Al-Mahdi Research Journal (MRJ)
Vol 5 Issue 4 (April-June 2024)
HJRS HEC Journal Recognition System
Category Y
ISSN (Online): 2789-4150
ISSN (Print): 2789-4142

Medical Services of Muslim Physicians in Early Ages of Islam: A Sequential Study

قرونِ اولیٰ کے مسلم اطباء کی طبی خدمات: تاریخی مطالعہ

Dr. Muhammad Usman Khalid
Post Doc Fellow IRI International Islamic University Islamabad, Assistant Professor of Islamic Studies, Basic Sciences and Humanities Department, MNS UET Multan, Email: muhammadusmankhalidryk@gmail.com

Dr. Allah Ditta
Assistant Professor/HOD Islamic Studies Department, Federal Govt. Degree College for Women Multan Cantt, profabughufran475@gmail.com

Abstract

This article investigates about the services of Muslims in the field of medical and its related arenas. Today, almost all the medical developments are being carried out by non-Muslims, but it was Muslims who not only made valuable contributions in the field of medical science but also bloom it to its peak. The Muslim made a contrasting revolution in this field and all the world got inspiration from the Muslims. The era from seventh to twelfth century is regarded as the Islamic Golden age. During this era, the Muslim physicians made prodigious and exceptional contributions for the prosperity and welfare of the mankind. The prominent names of this era are Ali b. Mousa al-Ridha,Ali b. Rabbān Tabarī, Ahmad Tabarī, Al-Tamīmī, Al-Majūsī, Ibn Haitham, Ali b. Essa, Ammar Mūṣlī, Abu Bakar Al-Razi, Al-Fārābī, Al-Zahrāwī, Avicenna, Averroes, Ibn Al-Khatib, Ibn Nafees. This article will not only discuss the role of these physicians but also will highlight their contribution along with their inventions and books in the field of medical science.

Keywords: Muslims, Medical science, services, physicians, surgeons, surgery, inventions

امام شافعی کا قول ہے کہ علم دو ہی ہیں۔ علم الادیان اور علم الابدان۔ [1] ابتدائے آفرینش سے انسان کو پہلے پہل ان دو علوم سے ہی واسطہ پڑا ہے اور اگر یہ کہا جائے تو شاید غلط نہ ہو گا کہ حضرت انسان کی تخلیق کے بعد سے اسے علم الابدان کی قدم قدم پر ضرورت پیش آئی ۔ اس لیے بھی کہ سارے دینی و دنیوی امور بقائے صحت پر ہی موقوف ہوتے ہیں۔ تمام مسلمانوں کے نزدیک حضرت آدم علی نبیناو علیہ الصلاۃ والسلام ہی پہلے انسان اور سب سے پہلے طبیب تھے جنہوں نے اس فن میں خلاق عالم سے تلمذ حاصل کیا تھا ان کے بعد ان کے بیٹے شیث کو یہ علم وراثت میں ملا۔ اس علم نے ہزاروں سال تک با قاعدہ فن کی سی عالمی حیثیت اختیار نہ کی۔ ایک روایت کے مطابق اس علم کی مکمل تعلیم الہام کے ذریعے حضرت سلیمان علیہ السلام کو دی گئی ۔ یہودیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو، ہندوؤں نے دھن تنتری اور مجوسیوں نے زرتشت کو اس علم کا مخترع قرار دیا ہے۔ اس عہد کو مورخین خود رو طبابت سے موسوم کرتے ہیں اور اس میں عملیات و روحانیت کے ذریعے علاج معالجہ کیا جاتا تھا۔ تاہم بہت سے مورخین نے بطور فن کے اسقلی بیوس کو اس فن کا بانی اور ابو الاطباء قرار دیا ہے۔ اسقلی بیوس نے اپنی اولاد کو ان کی زبانی تعلیم دی تھی اور وصیت کی تھی کہ یہ علم خاندان سے باہر نہ جانے پائے۔ اقلیدس ، افلاطن اور سولن وغیرہ اسی کے خاندان کے نام لیوا تھے۔ اس سلسلہ کی سولہویں نسل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پانچ سو برس پہلے بقراط پیدا ہوا یونانیوں میں پہلا شخص تھا جس نے اس فن کی تدوین کی اور متعدد کتابیں لکھیں ۔ بقراط نے اپنے خاندانی روایات کے برخلاف اس کو عام کر دیا۔ صاحب الرائے لوگوں نے کہا ہے کہ اسلام سے پہلے جالینوس پر اس فن کے کمال کا خاتمہ ہو گیا۔ اسقلی بیوس، غورس، سینس، برمانیندس، افلاطن، اسقلی بیوس دوم، بقراط، جالینوس ۔ یہ وہ آٹھ باکمال حکماء ہیں جنہیں دنیا "کاخ طبابت یونانی" کے ارکان سے موسوم کرتی ہے۔ [2]

مشہور ہے کہ دنیا میں طب کا آغاز جڑی بوٹیوں کے استعمال سے شروع ہوا اور اکثر مورخین کی رائے کے مطابق بقراط کو بابائے طب کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ بقراط کے بعد اس کے شاگردوں نے جن کی تعداد بارہ ہزار تھی نے اس سلسلے کو آگے بڑھایا۔ اس دور میں یہ طریقہ علاج پورے یونان میں ہر طرف پھیل گیا۔ یہ سلسلہ پانچویں صدی عیسوی تک قائم رہا۔ اس دوران طب روم، مصر، شام، عراق، فارس اور پورے مشرق وسطیٰ میں پھیل چکی تھی۔ تاہم یونان میں میں جنم لینے کی وجہ سے اسے طب یونانی کے نام سے یاد کیا گیا۔ جبکہ دنیا کے کے دیگر ممالک میں

CC BY

ہندوستان چین اور ایران وغیرہ کی طبیں اپنے اپنے ملکوں تک محدود رہیں۔ اسلامی طبیبوں نے نے یونانی طب کو ہی ورثے حاصل کیا تھا۔ انہوں نے اپنے پانچ سالہ دور عروج میں اسے خوب ترقی دی اور بڑے بڑے نامور اطباء پیدا کیے۔ اس زمانے میں دواؤں کی تاثیر معلوم کرنے کا واحد طریقہ مریض پر اس کی آزمائش ہوا کرتا تھا جو آج کی اصطلاح میں تجرباتی طریقہ کہلاتا ہے۔ اطبائے اسلام نے اس طریقہ کار کے ذریعے اتنی بڑی تعداد میں نئی نئی ادویات دریافت کیں کہ ان کا دور ادویات کی ایجاد کا پر شکوہ دور مانا جاتا ہے۔ اس دور میں دوائیں جڑی بوٹیوں کے علاوہ غیر نامیاتی مرکبات سے بھی تیار کی گئیں۔ زکریا رازی نے گندھک اور لوہے کے سلفائڈوں (Sulphides of Copper and Iron) سے بھی کچھ دوائیں تیار کیں۔ پانی اور الکحل کی تقطیر کے طریقے دریافت ہوئے جو دواسازی میں زیر استعمال لائے گئے۔ پارہ کے مرکبات، غیر نامیاتی ترشے، نائٹرک ترشہ اور ہائیڈروکلورک ترشہ دواسازی میں استعمال کیا جانے لگا۔ آگے چل کر مرکب ادویات کی جگہ پر مفرد ادویات کے استعمال کا طریقہ رواج میں آیا۔ بعض مسلمان اطباء جن میں ابن رشد (م 1198ء) ابن بیطار (م 1248ء) کے نام بہت ممتاز ہیں نے مفرد دوائی تجویز کی اور ان پر کتابیں بھی تصنیف کیں۔ انہی تدابیر سے امراض کے علاج میں مزید کامیابیاں حاصل ہوئیں۔ اہل یورپ نے طبی ورثہ مسلمان اطباء سے ہی حاصل کیا اور اس سے کئی صدیوں تک استفادہ کرتے رہے۔[3]

علم طب میں مسلمانوں کی خدمات :۔

مسلمانوں نے علم طب کو اسی طرح ترقی اور عروج بخشا ہے جس طرح انہوں نے دیگر علوم کو بام عروج تک پہنچایا ہے۔ آپ ﷺ کے زمانے میں بڑے بڑے طبیب موجود تھے، جو لوگوں کو طب کی تعلیم دیتے تھے، حارث بن کلدہ ثقفی عرب کے بڑے طبیبوں میں شمار ہوتے ہیں۔ انہوں نے فارس کے علاقے جندی شاپور میں طب کی تعلیم حاصل کی تھی، کئی صحابہ کو آپ نے حارث بن کلدہ سے علاج و معالجہ کا مشورہ دیا تھا، انہوں نے آپ کے دست حق پر اسلام قبول کر لیا تھا، ضماد بن ثعلبہ الازدی مشہور صحابی ہیں، آپ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے بعد اپنے معالج ہونے کا تذکرہ بھی کیا تھا، خود آپ ﷺ روحانی طبیب ہونے کے ساتھ جسمانی طبیب بھی تھے، آپ کے طبی ارشادات بڑی اہمیت کے حامل ہیں، آپ سے نظری اور عملی دونوں طرح کے علاج مروی ہیں، احادیث اور سیرت کی کتابوں میں باقاعدہ "کتاب الطب" موجود ہے، طب نبوی کے موضوع پر بہت سی کتابیں لکھی گئیں، جس میں مفردات اور مرکبات سے علاج کی تفصیل موجود ہے، علامہ ابن القیم (۶۹۱-۷۵۱ء) کی "الطب النبوی" اور جلال الدین سیوطی کی "الطب النبوی للسیوطی" اس سلسلے میں بصیرت افروز ہے۔ بریفالٹ اپنی کتاب (The Making of Humanity) میں لکھتا ہے:

> سائنس کی ابتدا عرب تہذیب سے ہوئی اس سے پہلے دنیا سائنس سے ناآشنا تھی۔ یونانیوں نے علم کو مرتب کیا۔ نظریات پیش کیے لیکن سائنسی طریقہ کار، تجربات، تحقیق اور دقیق مشاہدہ سے وہ بالکل واقف نہیں تھے۔ یورپ میں سائنس نے جو ترقی کی اس کی بنیادیں یونانیوں نے نہیں بلکہ عربوں نے مہیا کی تھیں۔[4]

بریفالٹ ایک اور جگہ لکھتا ہے:

> اگرچہ یورپی تاریخ کا کوئی پہلو ایسا نہیں ہے جس پر مسلمانوں کی کوششوں کے اثرات نہ ہوں لیکن سائنس اور سائنسی طریق جو کہ یورپی تہذیب کو ترقی کی راہ پر ڈالنے کے ذمہ دار ہیں مسلمانوں کا ہی دیا ہوا خزینہ ہے۔[5]

قرون اولی کے چند مشہور اطباء کی طبی خدمات درج ذیل ہیں :

حارث بن کلدہ ثقفی

یہ طائف کے باشندے تھے اور طب کی تعلیم جندیسا پور یا فارس کے علاقے جندی شاپور میں حاصل کی تھی۔ بعض مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ اس نے یمن میں بھی تعلیم حاصل کی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طبابت پر یقین رکھتے تھے اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو اس سے علاج کروانے کا مشورہ دیتے تھے۔[6] انہیں طبیب العرب کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔[7] انہوں نے 13 ہجری بمطابق 636ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

ابن اثیر نے لکھا ہے کہ یہ ابو بکرہ کے خاندانی آقا تھے۔ ان کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے ابن اسحاق نے بواسطہ ایسے لوگوں کے جو متہم نہ تھے عبداللہ بن مکرم سے انہوں نے قبیلہ ثقیف کے ایک شخص سے روایت کی ہے کہ جب اہل طائف اسلام لائے تو ان میں سے کچھ لوگوں نے گفتگو کی جو محاصرہ طائف کے وقت رسول اللہ ﷺ کے پاس آگئے تھے اور مسلمان ہو گئے تھے منجملہ ان کے ابو بکرہ بھی تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ لوگ خدا کے آزاد کیے ہوئے ہیں (اب یہ غلام نہیں بنائے جاسکتے)۔ جن لوگوں نے ان غلاموں کی بابت گفتگو کی تھی ان میں حارث بن کلدہ بھی تھے۔ ابن اسحاق نے اسماعیل بن محمد بن سعد ابی وقاص سے انہوں نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ سعد بیمار ہوئے اور وہ حجۃ الوداع میں رسول اللہ کے ہمراہ تھے۔ رسول اللہ ان کی عیادت کو تشریف لے گئے سعد نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں سمجھتا ہوں کہ یہ مرض موت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نہیں میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ تمہیں شفا دے گا یہاں تک کہ تم سے کچھ لوگوں کو فائدہ پہنچے گا اور کچھ لوگوں کو ضرر پہنچے گا پھر آپ نے حارث بن کلدہ سے فرمایا کہ تم سعد کے مرض کا علاج کرو۔ حارث نے کہا واللہ میں ان کی شفاء اس چیز میں سمجھتا ہوں جو غالباً ان کے پاس موجود ہو گی۔ پھر سعد سے کہا کہ کیا تمہارے پاس عجوہ کی کھجوریں ہیں۔ انہوں نے کہا ہاں پھر حارث نے ان کے لیے فریقہ بنا دیا۔ کھجوروں کو دودھ میں ملایا پھر اس کو گھی میں مخلوط کیا اور یہ انہیں چٹوایا۔ اس کو چٹواتے ہی یہ معلوم ہوا کہ کوئی بندھن بندھا ہوا تھا وہ کھل گیا۔[8] یعنی وہ صحت یاب ہو گئے۔ ابو نعیم نے روایت کیا ہے کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حارث بن کلدہ کے طبیب سے پوچھا: دوا کون سی شے ہے؟ کہا: الازم، اور اس سے مراد خوراک ہے۔[9] یعنی یہ علاج بالغذا پر یقین رکھتے تھے اور اسی کے ذریعے علاج کیا کرتے تھے۔ اسلامی طریقہ علاج میں خوراک سے علاج کرنے کا بانی بجا طور پر انہیں قرار دیا جاسکتا ہے۔

CC BY

حارث بن الحارث کلدہ ثقفی

ان کا شجرہ نسب یہ ہے۔ الحارث بُن الحارث بُن کلدۃ بُن عمرو بُن علاج بُن أَبِي سلمة بُن عبد العزى بُن غيرة بُن عوف بُن ثقيف۔ یہ صحابی رسول ہیں اور مؤلفۃ القلوب میں سے ہیں۔ اپنی قوم کے شریف لوگوں میں سے تھے ان کے والد عرب کے طبیب اور حکیم تھے۔ ان کے والد حارث بن کلدہ شروع اسلام میں مر چکے تھے ان کا اسلام لانا ثابت نہیں ۔روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد بن وقاص کو حکم دیا تھا کہ ان کے پاس جائیں اور ان سے اپنی بیماری کی کیفیت پوچھیں۔ اس روایت کو نقل کرنے کے بعد ابن اثیر جزری نے لکھاہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ کفار سے رائے طلب کرنا جائز ہے اگر وہ طب کے ماہر ہوں۔[10] جب کہ کچھ دیگر روایات ان کے والد کے اسلام لانے کی تائید کرتی ہیں۔

ابن ابی رمثۃ التمیمی

یہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے کا ایک ماہر طبیب تھا اور فن جراحت میں بھی خوب مہارت رکھتا تھا۔ یہ زمانہ جاہلیت کا مشہور طبیب تھا اور رسول اللہ ﷺ کے عہد تک زندہ رہا اس نے رسول اللہ ﷺ کے دربار میں حاضر ہو کر دعا کی درخواست کی تھی ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت کو داغ یا مساء سمجھ کر آپ سے عرض کیا کہ میں طبیب ہوں اگر آپ اجازت دیں تو اس کا علاج کروں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم طبیب ہو اللہ جل جلالہ ہی رفیق ہے۔[11] معلوم ہوتا ہے کہ یہ ماہر جراح تھا اور اس کی شہرت دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔[12] سلیمان بن حسان کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ تعلیم دی کہ تو محض ہاتھ کا رفیق ہے کیونکہ وہ علم طب میں ماہر نہ تھا یہ بات آپ کے اس قول طبیب تو اللہ ہے سے ظاہر ہوتی ہے۔[13]

نصر بن حارث

یہ حارث بن علقمہ کا بیٹا تھا اور مشرکین قریش کا بہت بڑا مؤید تھا۔ غزوہ بدر میں بھی مشرکین کے ساتھ شریک جنگ رہا اور اسی سنہ میں مقتول ہوا۔[14] ابن ابی اصیبعہ نے لکھاہے کہ یہ نبی ﷺ کا خالہ زاد بھائی تھا باپ کی طرح اس نے بھی ملکوں کے سفر کیے۔ مکہ وغیرہ میں علماء اور فضلاء کی صعوبتیں اٹھائیں کاہنوں اور یہودی علماء کی خدمت میں رہا۔ علوم قدیمہ میں جلیل القدر اور مہتم بالشان فنون حاصل کیے۔ علوم فلسفہ اور اجزاء حکمت سے واقفیت بہم پہنچائی۔ طب وغیرہ جو کچھ باپ کو معلوم تھا، اسے حاصل کیا ۔ نبی ﷺ کی دشمنی میں ثقفی ہونے کے باعث ابوسفیان کا حامی تھا۔ جب کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے قریش اور انصار دونوں حلیف ہیں اور بنو امیہ اور ثقیف دونوں حلیف ہیں۔ نضر نبی ﷺ کو نہایت اذیت پہنچاتا اور آپ ﷺ سے حسد کرتا تھا۔ آپ ﷺ کی شان میں بکثرت ایسی باتیں کہتا اور امید رکھتا کہ مکہ والوں میں آپ کی قدر وقیمت گر جائے گی اور جو پیغام آپ پیش کر رہے ہیں وہ مٹ جائے گا۔ مگر بد قسمتی سے اسے معلوم نہ تھا کہ نبوت کہیں عظیم ترین منصب ہے، سعادت کی منزل بہت اونچی ہے۔ الٰہی عنایت کی جلالت وعظمت کا کوئی حساب نہیں ۔ مقدر امور ہی کو ثبات ودوام حاصل ہے۔ نضر کو یہ یقین ہو چکا تھا کہ اپنی معلومات فضائل اور حکمت کے ذریعے وہ نبوت کا مقابلہ کرے گا مگر کہاں آسمان کہاں زمین کہاں بلندی کہاں پستی کہاں خوش بخت کہاں بدبخت۔ کیونکہ نبی کے پیغام کی بلندی تک نہ حکیم اپنی حکمت سے نہ عالم اپنے علم کے ذریعہ پہنچ سکتا ہے۔ نضر غزوہ بدر 2 ہجری بمطابق 623ء میں حضرت علی کے ہاتھ سے مارا گیا۔[15]

ضماد بن ثعلبہ الازدی رضی اللہ عنہ

یہ مشہور صحابہ میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے بعد اپنے معالج ہونے کا تذکرہ بھی کیا ۔ اسلام لانے سے قبل وہ قریش سے کہا کرتے تھے اگر محمد ﷺ سے میری ملاقات ہوئی تو میں ان کا علاج کروں گا معلوم ہوتا ہے کہ انہیں اپنی طبی مہارت پر پورا یقین تھا۔ اس سلسلے میں دیگر اطباء کے نام یہ ہیں: ابن ابی رفثۃ التیمی، ابن خذیم التیمی، رفیدہ الاسلمیہ، شفاء بنت عبد اللہ القرشیۃ، ام عطیۃ الانصاریہ ، الحارث بن کعب، زہیر بن خباب، شمرول بن قباب الکعدی ۔[16]

حضرت رفیدہ الاسلمیہ

اسلام میں طب کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اسلامی نظام حکومت کے ابتدائی عہد میں جب کہ اسلامی حکومت کا کوئی محکمہ اور دفتر نہیں تھا، مسجد نبوی کے صحن میں ایک شفاخانہ موجود تھا اور ایک انصاری خاتون حضرت رفیدہ اس شفاخانہ کی نگراں تھیں، جو بلا عوض خدمت کیا کرتی تھیں، غزوۂ خندق کے موقعہ پر حضرت سعد بن معاذ زخمی ہوئے تو آپ نے فرمایا اس کو رفیدہ کے خیمہ میں پہنچا دو، حضرت رفیدہ کے تذکرہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عہدِ نبوی میں عورتیں بھی فن طب میں خاص مہارت رکھتی تھیں۔[17] تاریخ الاسلام للذہبی میں حضرت عروہ بن زبیر کا قول ہے کہ "میں نے حضرت عائشہ سے بڑا اطب میں کوئی عالم نہیں دیکھا" مختلف کتب حدیث میں ہے کہ حضرات صحابیات جنگوں میں زخمیوں کی مرہم پٹی کیا کرتی تھیں۔ جوں جوں علم کی روشنی بڑھتی اور پھیلتی گئی تمام بڑے بڑے اسلامی مرکزوں میں طبی مدارس اور ہسپتال قائم ہوتے چلے گئے، تقی الدین مقریزی نے لکھاہے کہ باضابطہ سب سے پہلا شفاخانہ اموی خلیفہ ولید بن عبد الملک نے بنایا تھا، جس میں بالخصوص نابیناؤں اور جذامیوں کا علاج ہوتا تھا اور اطباء کو معقول وظیفہ دیا جاتا تھا۔[18]

CC BY

عبدالملک بن الجبر کنانہ

یہ ایک صاحب علم اور ماہر طبیب تھا ابتدا میں اسکندریہ میں قیام کیا یہاں اسکندرانی حکماء کے بعد اس نے علوم حکمیہ کی تعلیم و تعلم کا سلسلہ شروع کیا اس وقت ملک عیسائی بادشاہوں کے ہاتھوں میں تھا۔ ان کے بعد مسلمانوں کی حکومت جب یہاں قائم ہوئی تو ابن الجبر نے حضرت عمر بن عبد العزیز کے ہاتھ جب کہ خلیفہ ہونے سے پہلے گورنر تھے اسلام قبول کیا اور صفر 99ھ میں جب آپ سریر آرائے خلافت ہوئے تو درس و تدریس کا سلسلہ اس نے انطاکیہ اور حران منتقل کیا اور وہ تمام ملکوں میں پھیل گیا۔ عمر بن عبد العزیز ابن الجبر سے علاج کراتے تھے۔ فن طب کے اندر وہ آپ کا معتمد خاص تھا۔ اس کا یہ قول روایت کیا گیا ہے کہ جب تک تمہارا جسم مرض برداشت کرتا ہے دوا نہ کرو۔ یہ نبی ﷺ کے قول سے ماخوذ ہے کہ جب تک قوت برداشت ہو اپنا مرض لے کر چلتے رہو۔ سفیان نے اس کا یہ قول بیان کیا ہے کہ معدہ جسم کا حوض ہے اور رگیں اس میں کھلتی ہیں چنانچہ جو چیز صحت و سلامتی کے ساتھ اس حوض میں داخل ہوتی ہے وہ صحت و سلامتی سے باہر بھی نکلتی ہے اور جو شے بیماری کے ساتھ داخل ہوتی ہے وہ بیماری کے ساتھ خارج ہوتی ہے۔[19]

ابن اثال

یہ دمشق کا ایک ترقی یافتہ اور ممتاز طبیب تھا یہ عیسائی مذہب کا حامل تھا۔ حضرت سیدنا امیر معاویہ بن ابو سفیان جب دمشق پر قابض ہوئے تو اسے اپنی ذات کے لیے منتخب کیا اور حسن سلوک کے ساتھ پیش آئے۔ وہ اسے اکثر طلب کرتے، شب و روز اس سے گفتگو کرتے اور اس پر یقین و اعتماد رکھتے تھے۔ ابن اثال ادویہ مفردہ و مرکبہ اور ان کی قوتوں سے واقف تھا۔ جن دواؤں کے اندر سم قاتل ہوتا، ان سے بھی واقفیت رکھتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ اسے مقرب رکھتے تھے۔ حضرت امیر معاویہ کے زمانے میں اکابرین اور امراء مسلمین کی ایک بڑی جماعت زہر سے ہلاک ہوئی۔ حتی کہ امام حسن کی ہلاکت بھی زہر سے ہوئی۔ اس پر عبد الرحمن بن خالد بن ولید کو زہر دینے کا الزام لگایا جاتا ہے اور یہی الزام اس کی موت کا سبب بنا اور عبد الرحمن کے بھتیجے خالد بن مہاجر بن خالد بن ولید نے اسے قتل کر دیا۔[20]

ابو الحکم

ایک عیسائی طبیب تھا۔ علاج کے اقسام اور ادویہ سے واقف تھا۔ اس کی کچھ قابل ذکر خدمات اور مشہور باتیں ملتی ہیں۔ حضرت سیدنا امیر معاویہ بن ابو سفیان اس سے علاج کراتے تھے اور کچھ مطلوبہ اغراض کے تحت ادویہ کی ترکیب میں اس پر اعتماد کرتے تھے۔ ابو الحکم کو طویل عمر ملی حتی کہ سو سال سے تجاوز کیا ۔ سیدنا امیر معاویہ بن ابو سفیان کے عہد میں یزید بن معاویہ جب امیر حج مقرر ہوا تو ایک طبیب کی حیثیت سے سیدنا امیر معاویہ نے ابو الحکم کو اس کے ساتھ روانہ کیا۔[21] اس سے پتہ چلتا ہے کہ سفر میں بھی طبیبوں کو ہمراہ رکھنے کا رواج ہوا کرتا تھا۔ اس کی ایک عجیب بات یہ کہی گئی ہے کہ ایک بار پانی پینے سے عبد الملک بن مروان کو بخار ہو گیا۔ اس نے عبد الملک کو کہا تھا کہ جب بھی وہ پانی پیئے گا تو انتقال کر جائے گا۔ دو سے تین دن تک اس نے پانی سے پرہیز کیا پھر جیسے ہی پانی منگوا کر پیا۔ اسی وقت انتقال کر گیا۔[22]

حکم دمشقی

علاج و معالجہ، طبی خدمات اور نرالے اوصاف میں اپنے والد کے مثل تھے۔ دمشق میں مقیم تھے انہیں بھی لمبی عمر ملی تھی۔ اس کے والد کی وفات 210 ھ میں ہوئی۔ اس وقت عبد اللہ بن طاہر دمشق میں تھے۔ انہوں نے والد کی عمر پوچھی تو بتایا کہ پچھلے ایک سو پانچ سال زندہ رہے۔ اس عرصے میں ان کی عقل میں کوئی فتور پیدا ہوا نہ علم میں کوئی کمی واقع ہوئی۔ عبد اللہ نے یہ سن کر کہا کہ حکم نصف تاریخ زندہ رہے۔ اس کی طبی مہارت اور جراحت کا ایک واقعہ بہت مشہور ہے کہ ایک بار اپنے بیٹے عیسی کے ساتھ حکم سوار ہو کر شہر دمشق میں چلے تو ایک حجام کی دکان سے گزر ہوا۔ وہاں بہت سے لوگ جمع تھے۔ حاضرین نے انہیں دیکھا تو کہا ہٹ جاؤ کہ حکم طبیب اور ان کے فرزند عیسی آ رہے ہیں۔ لوگ ہٹ گئے تو دیکھا کہ حجام نے اس شخص کی رگ باسلیق کی فصد کھول دی ہے اور فصد کا منہ بے حد کشادہ کر دیا ہے۔ باسلیق شریان پر واقع تھی۔ حجام رگ کو اچھی طرح معلق نہ کر سکا تھا چنانچہ نشتر شریان کو لگ گیا تھا۔ خون روکنے کی حجام کے پاس کوئی ترکیب نہیں تھی۔ لوگوں نے اسے بند کرنے کے لئے پٹیاں، اون اور مکڑی کے جالے استعمال کیے مگر پھر بھی خون بند نہ ہوا تو حکم نے اپنے بیٹے عیسی سے تدبیر پوچھی ۔ اس نے کہا کچھ تدبیر سمجھ میں نہیں آتی۔ ابو الحکم دمشقی نے ایک پستہ منگوایا، اسے توڑ کر اندر کی شے پھینک دی اور چھلکے کا ایک نصف لے کر مقام فصد پر اس قدر سختی سے لپیٹا کہ شدت سے مریض چیختا رہا۔ اس طرح اس کے بعد اسے سختی سے باندھ دیا اور حکم دیا کہ اس کو بردی نہر کے پاس لے چلیں ۔ یہاں اس کا ہاتھ پانی میں داخل کیا ۔ جگہ کو استوار کر کے مریض کو سلا دیا اور اسے بیضہ نیم برشت کی زردی چاٹنے کا حکم دیا ۔ یہاں اپنے ایک شاگرد کو متعین کیا اور حکم دیا کہ مریض پانی سے ہاتھ نکالنے نہ پائے۔ مقام فصد پانی کے اندر رہے۔ صرف نماز کے وقت یا موت کے اندیشے ہی سے باہر نکالے۔ ٹھنڈک کی شدت سے موت کا اندیشہ ہو تو تھوڑی دیر کے لئے نکالے پھر داخل کر دے شب بھر یہ عمل جاری رہا پھر حکم دیا کہ مریض کو گھر لایا جائے۔ پانچ دن سے پہلے مقام فصد کو ڈھانکنے اور پٹی کھولنے سے منع کر دیا ۔ ایسا ہی کیا گیا تیسرے دن وہ مریض کے پاس آئے تو دیکھا کہ بازو اور ہاتھ میں سخت ورم آ گیا ہے چنانچہ پٹی کچھ ڈھیلی کر دی اور مریض سے کہا ورم موت سے زیادہ آسان ہے پانچویں دن حکم نے پٹی کھول دیں اس وقت دیکھا گیا کہ پستہ کا چھلکا مریض کے گوشت سے چپکا ہوا ہے۔ حکم نے مریض سے کہا کہ اس چھلکے کی بدولت تجھے موت سے نجات ملی ہے خود بخود اکھڑنے سے پہلے اسے اکھاڑ دو گے تو خود کو ضائع کر دو گے۔ ساتویں دن چھلکا الگ ہو گیا اور اس جگہ پستہ کی بناوٹ کا خشک خون باقی رہ گیا۔ ابو الحکم دمشقی نے اسے چھیڑنے سے منع کر دیا کہ اگر دو رگیں نہ خون کا کوئی حصہ الگ کریں۔ خون جھڑ تا رہا۔ حتی کہ چالیس دن سے کچھ زیادہ عرصہ گزرنے کے بعد مقام فصد کھل گیا اور مریض صحت یاب ہو گیا۔[23] عیسی کہتے ہیں کہ میرے والد حکم دمشقی نے ایک سو پانچ سال

کی عمر میں وفات پائی۔ ان کے چہرے پر نہ کوئی تشنج پیدا ہوا، نہ چہرے کی رونق میں کمی واقع ہوئی ۔ ایسا کچھ باتوں کا معمول رکھنے کی وجہ سے ہوا۔ عیسی کہتے ہیں کہ میرے والد نے کبھی سوکھا گوشت نہ کھایا اور حمام سے نکلنے کے بعد اپنے ہاتھوں اور پیروں کو ہمیشہ ٹھنڈے پانی سے دھویا اس لیے ایسا ہوا۔

جابر بن حیان

ابو موسی جابر بن حیان 120 ھ بمطابق 737ء میں طوس کے شہر میں پیدا ہوا اور 198 ھ بمطابق 813 ء میں طوس میں ہی وفات پائی۔ جابر بن حیان بن عبد اللہ الکوفی جو صوفی کے نام سے مشہور ہیں۔ طب، مظاہر فطرت، کیمسٹری، فلسفہ، فلکیات، ادب وغیرہ میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔[24] جابر بن حیان امام ابو جعفر صادق کے تلمیذ تھے۔[25] جابر بن حیان نے عرقیات نکالنے کے لیے قرع انبیق ایجاد کیا۔ کشتہ سازی (Oxidization) کی صنعت بھی اسی نے متعارف کروائی کہ دھات کا کشتہ بنانے سے ان کا وزن کچھ بڑھ جاتا ہے یہ اس کی تحقیق ہے۔ وہ مختلف دھاتوں کو عمل تکلیس کے ذریعے پھونک کر اور ان سے نمک حاصل کر کے مختلف کیمیائی تجربات میں استعمال کرتا تھا۔ جابر طیران پذیر اشیاء یعنی سپرٹ بنانے والے اولین لوگوں میں شامل ہے۔ عمل تصعید یعنی دواؤں کا جوہر اڑانا (Sublimation) کو سب سے پہلے جابر نے اختیار کیا تا کہ لطیف اجزاء کو حاصل کر کے دواؤں کو مزید مؤثر بنایا جا سکے اور محفوظ رکھا جا سکے۔ جابر نے قلماؤ (Crystallization) کرنے کا طریقہ بھی دریافت کیا اور اس نئے طریقے سے دواؤں کو قلمایا۔ فلٹر کرنا بھی اسی نے بتایا اور اس کا طریقہ ایجاد کیا۔ بہت سے نئے مرکبات بنائے۔ اس نے سلفیورک ایسڈ نکالا اور سب سے پہلے کاسٹک سوڈا دریافت کیا۔ سب سے پہلے سونے کے پانی کا استحضار کیا۔ پوٹاشیم کاربونیٹ اور سوڈیم کاربونیٹ کی ایجاد بھی اسی کی طرف منسوب ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس کی تصانیف کی تعداد 232 ہے اور بعض نے کہا کہ 500 تک پہنچتی ہے۔ اس میں سے زیادہ تر کتب ضائع ہو گئیں، اور جو کچھ بچا تھا اس کا لاطینی میں ترجمہ کیا گیا تھا۔ ان کی کتابوں میں سے ہمارے پاس جو کتابیں ہیں - یا ان کی طرف منسوب ہیں ۔ ان میں سے الحدود في الكيمياء، كتاب الخواص الكبير في خواص الاشياء، غاية الادب، كتاب الشعر، عمل اسطرلاب، مجموع رسائل، جو تقریباً ایک ہزار صفحات پر مشتمل ہے، أسرار الكيمياء، علم الهيئة، أصول الكيمياء، المكتسب، كتاب في السموم، تصحيحات كتب أفلاطون، الخمائر، الرحمة، كتاب الخواص الكبير جو مقالات الکبری کے نام سے معروف ہے اس کی مشہور تصانیف میں سے ہیں۔[26]

زینب طبیبه بنی اود

یہ خاتون طبی اعمال علاج اور امراض چشم کے معالجات اور جراحتوں سے واقف تھیں ۔ عرب میں اسی حیثیت سے معروف تھی۔ ایک بار بنو اود کی ایک خاتون کے یہاں ایک شخص آشوب چشم کا سرمہ لگوانے آیا ۔ اس نے سرمہ لگانے کے بعد تھوڑا لیٹنے کے لئے کہا تا کہ دوا آنکھوں میں دوڑ جائے چنانچہ لیٹتے ہوئے اس نے کسی شاعر کا یہ شعر پڑھا:

(أمخترمي ريب المنون ولم أزر ... طَبيب بني أود على النأي زينبا)

گردش زمانہ کیا مجھے گرفتار کر سکتا ہے حالانکہ ابھی طبیب بنو اود زینب سے ملاقات نہیں کر سکا ہوں جو ذرا فاصلہ پر رہتی ہے۔

یہ خاتون ہنس پڑی اس نے پوچھا جانتے ہو یہ شعر کس کے بارے میں کہا گیا ہے اس نے کہا نہیں خاتون بولی میرے بارے میں کہا گیا ہے کہ میں ہی وہ زینب ہوں جو شعر میں مراد لی گئی ہے میں بنو اود کی طبیبہ ہوں۔ جانتے ہو شاعر کون ہے اس نے کہا نہیں ۔ خاتون بولی تمہارے چچا ابو سماک اسدی ہیں۔[27] یعنی یہ خاتون اپنے عہد میں ہی کافی مشہور تھی اور لوگ اس سے ملنے اور علاج کروانے کے مشتاق رہتے تھے۔

عیسی بن حکم دمشقی

عیسی بن حکم دمشقی مسیح کے لقب سے مشہور ہوا۔ کناش کبیر کے مولف کی حیثیت سے معروف ہے۔ یہ کناش اسی کی جانب منسوب ہے۔ عیسی بن حکم نے بیان کیا کہ رشید کی ام ولد غضیض کو قولنج کی شکایت ہوئی تو اسے بلایا ۔ اسی کے ساتھ ابح اور طبری حاسبوں کو بھی طلب کیا۔ عیسی سے اس نے علاج کے بارے میں دریافت کیا ۔ عیسی کہتے ہیں میں نے اسے بتایا کہ حقنہ کے ذریعے جلد علاج نہ کیا گیا تو قولنج مستحکم ہو جاتا ہے۔ ایسی صورت میں مریض ہلاکت سے بچ نہیں سکتا۔ ابح اور طبری سے اس نے کہا کوئی ایسا وقت بتاؤ جس میں علاج کر سکوں۔ ابح نے اس سے کہا یہ بیماری ان بیماریاں جیسی نہیں ہے جس کا علاج نجومیوں کے وقت کا انتظار کرے۔ میرے خیال میں کوئی کام کرنے سے پہلے تجھے جلد علاج کر لینا چاہیے۔ عیسی بن حکم کا بھی یہی خیال ہے۔ اس نے مجھ سے پوچھا تو میں نے اسے بتایا کہ ابح ٹھیک کہہ رہا ہے۔ اس نے طبری کی رائے معلوم کی تو اس نے کہا آج قمر زحل کے ساتھ ہے کل وہ مشتری کے ساتھ ہو گا۔ میرے خیال میں علاج قمر کے مشتری کے ساتھ ہونے تک موخر کر دینا چاہیے۔ ابح نے کہا مجھے اندیشہ ہے کہ مشتری تک قمر کے پہنچنے تک قولنج کا اثر اس حد تک ہو چکا ہو گا کہ پھر کسی علاج کی ضرورت نہ ہو گی۔ غضیض اور اس کی بیٹی ام محمد نے اس سے بد شگون لیا اور ابح کو گھر سے نکل جانے کا حکم دیا اور طبری کی بات مان لی مگر غضیض قمر کے مشتری تک پہنچنے سے پہلے وفات پا گئی اور قمر مشتری تک پہنچا تو ابح نے ام محمد سے پوچھا علاج کے لیے طبری نے جو وقت مقرر کیا تھا وہ آ چکا ہے۔ مریض کہاں ہے؟ اس کا ہم علاج کریں گے اس کی اس بات سے اسے اور غصہ آیا اور اس کے بارے میں موت تک ہمیشہ برا خیال رکھتی رہی۔ معلوم ہوا کہ مریض جب بیمار ہو تو علاج کرنے میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے اور ستاروں اور سعد و نحس گھڑی کے چکر میں پڑنا نہیں چاہیے۔ عیسی بن حکم دمشقی کا قول ہے کہ دانشور کے لیے یہ بہتر نہیں کہ اپنے گھر میں مہمان کے ساتھ طبی اصولوں کا لحاظ کرے۔ یوسف کہتے ہیں کہ میں نے اور عیسی نے دمشق میں ایک دن پیاز پر مذاکرہ کیا عیسی پیاز کی مذمت اور اس کے معائب بیان کرنے پر تل گئے۔ عیسی اور سلمویہ بن بیان کا مسلک راہبوں کا تھا۔ وہ کسی ایسی شے کو محمود خیال نہیں کرتے تھے جو مقوی باہ ہو۔ ان کا خیال تھا کہ ایسی شے سے جسم تلف ہوتا ہے اور جان نکل جاتی ہے۔ چنانچہ ان کے خلاف پیاز کے مقوی باہ ہونے پر دلیل قائم کرنا میرے لیے آسان نہ رہا۔ میں نے ان سے کہا اس سفر کے دوران یعنی سر من رائی اور دمشق کے درمیان میں نے ایک فائدہ محسوس کیا

ہے۔ انہوں نے پوچھا وہ کیا؟ میں نے بتایا کہ بعض چشموں پر پانی پیا تو تمکین محسوس ہوا۔ چنانچہ کچی پیاز کھا کر دوبارہ پیا تو پانی کی تمکینیت کم محسوس ہوئی۔ عیسی بہت کم ہنستے تھے، مگر میری بات سن کر ہنس پڑے۔ پھر انہوں نے اپنی ایک بے چینی کا اظہار کیا پھر کہا میرے لیے یہ بات بہت سخت ہے کہ تم جیسا انسان اس طرح کی غلطی کرے، کیونکہ تم پیاز کے ایک نہایت مذموم نکتہ اور سب سے بڑے عیب تک پہنچے مگر تم نے اسے خوبی قرار دیا۔ اس کے بعد کہا کہ دماغ کے اندر کوئی فساد پیدا ہو جائے تو کیا حواس فاسد نہ ہوں گے ؟ سمع، بصر، ذوق اور شم کی ہر حس کم ہو جائے گی؟ میں نے کہا بات صحیح ہے۔ انہوں نے کہا! پیاز کی خاصیت یہ ہے کہ اس سے دماغ میں فساد پیدا ہو جاتا ہے۔ پانی کی تمکینیت میں کمی کا احساس اسی لیے پیدا ہوا کہ پیاز نے تمہارے دماغ کے اندر فساد پیدا کر دیا تھا۔ یوسف کہتے ہیں عیسی نے راہب تک مشایعت کرتے ہوئے مجھ سے کہا اور یہ آخری گفتگو تھی جو میرے اور ان کے درمیان ہوئی۔[28]

تیاذوق

فاضل طبیب تھا، فن طب میں اس کے عمدہ ملفوظات اور نوادرات ہیں۔ کافی عمر پائی ۔ حکومت بنو امیہ کے آغاز میں تھا اور ان کے درمیان طبابت میں مشہور ہوا۔ حجاج بن یوسف ثقفی جو عبدالملک بن مروان کی جانب سے گورنر تھا۔ اس کی صحبت میں بھی رہا اور فن طب کے ذریعے اس کی خدمت کی۔ حجاج اس پر اعتماد کرتا تھا اور اس کے علاج معالجے سے مطمئن تھا۔ اس کی جانب سے اسے وافر مشاہرہ ملتا تھا اور حد سے زیادہ اس کے یہاں آنا جانا تھا۔ حجاج سے جو کلام اس نے کیے اس کے کچھ نمونے حسب ذیل ہیں: صرف نوجوان خاتون سے نکاح کرنا، گوشت صرف نوخیز جانور کا کھانا، دوا کسی بیماری ہی پر استعمال کرنا، میوے پختگی کے موسم میں کھانا، کھانا خوب چبا کر کھانا، دن میں کھاؤ تو سو لینے میں کوئی حرج نہیں ہے، شب میں کھاؤ تو چہل قدمی خواہ پچاس قدم ہی سہی کے بعد ہی سونا۔ بعض حاضرین نے کہا جو بات کہہ رہے ہو، اگر صحیح ہے تو سوال یہ ہے کہ بقراط اور جالینوس وغیرہ کیوں ہلاک ہو گئے؟ اور کوئی ان میں باقی نہ رہا۔ اس نے جواب دیتے ہوئے کہا! بیٹے سوال کیا ہے تو سنو! انہوں نے اپنی ذات کی اصلاح و تدبیر اپنی ممکنہ وسائل سے کی ، مگر ان پر وہ شے غالب آئی جس پر ان کا بس نہ تھا۔ یعنی موت اور جو خارج سے وارد ہوئی ، مثلاً گرمی، سردی، گر پڑنا، غرق آبی، زخم، غم وغیرہ۔

ایک بار کسی بادشاہ نے تیاذوق کو دیکھا، یہ بوڑھا ہو چکا تھا اور اندیشہ تھا کہ انتقال کر جائے اور اس کا کوئی بدل نہ ملے کیونکہ اپنے زمانہ کا یہ سب سے بڑا عالم اور طب میں ماہر تھا۔ بادشاہ نے کہا !کوئی ایسی چیز تجویز کر دو جس پر بھروسہ کروں اور اس کے ذریعے اپنی ذات کی تدبیر کروں اور زندگی بھر اس پر عمل کرتا رہوں۔ کیونکہ مبادا تم انتقال کر جاؤ اور تمہارے جیسا کوئی نہ ملے۔ تیاذوق نے کہا! بادشاہ سلامت دس باتیں پیش کر رہا ہوں، سمجھ کر ان سے اجتناب کریں گے تو مدت العمر بیمار نہ پڑیں گے :

1. معدہ میں کھانا موجود ہو تو اس وقت نہ کھاؤ۔
2. جن اشیا کو تمہارے دانت چبا نہ سکیں انہیں استعمال نہ کرو۔ ورنہ معدہ ضعف ہضم کا شکار ہو جائے گا۔
3. کھانے پر پانی دو گھنٹوں کے بعد پیو کیونکہ اصل میں بیماری تخمہ ہے اور اصل تخمہ کھانے پر پانی کا استعمال ہے۔
4. ہر دو دن کے بعد ایک بار حمام کا التزام کرو اس طرح تمہارے جسم سے وہ شے نکل جائے گی جہاں تک کوئی دوا نہیں پہنچی۔
5. جسم میں خون زیادہ پیدا کرو اس طرح اپنی ذات کی حفاظت کر سکو گے۔
6. ہر موسم میں مقوی اور مسہل لو۔
7. پیشاب نہ روکو خواہ سواری پر کیوں نہ بیٹھے ہو۔
8. سونے سے پہلے خود کو خالی مقام پر رکھو۔
9. جماع کثرت سے نہ کرو کیونکہ یہ شعلہ حیات سے چنگاری اخذ کر لیتا ہے۔
10. بوڑھی عورت سے جماع نہ کرو کیونکہ اس کا انجام مرگ مفاجات ہے۔

بادشاہ نے یہ باتیں سنیں تو کاتب کو حکم دیا کہ انہیں سرخ سونے سے لکھ کر زریں مرصع صندوق میں رکھے۔ وہ ان ملفوظات کا روزانہ مطالعہ کرتا اور ان پر عمل کرتا چنانچہ مدت العمر بیمار نہ پڑا۔ ابراہیم بن قاسم کاتب نے تذکرہ کیا ہے کہ حجاج نے اپنے بیٹے محمد سے کہا، بیٹے! صحت کے باب میں تیاذوق طبیب نے مجھے ایک وصیت کی تھی۔ جس پر عمل پیرا رہا، چنانچہ اس کا نتیجہ اچھا ہی رہا۔ جب اس کی وفات کا وقت قریب ہوا، تو عیادت کے لیے حاضر ہوا۔ اس نے کہا جو وصیت میں کروں ، اس کے پابند رہنا، بھولنا نہیں۔ صرف ضرورت کے وقت دوا استعمال کرنا، شکم میں کھانا موجود ہو تو ہر گز نہ کھانا، کھانے کے بعد چالیس قدم چلو، بھر پیٹ کھالو تو بائیں پہلو سونا، موسم رخصت ہو رہا ہو تو اس وقت میوہ نہ کھاؤ، گوشت صرف نوجوان جانور کا کھانا، کسی بوڑھی عورت سے جماع نہ کرنا، مسواک پابندی سے کرنا، گوشت پر گوشت نہ کھانا کیونکہ گوشت پر گوشت کھانے سے جنگلوں میں شیر تک ہلاک ہو جاتے ہیں۔[29]

عباسی دور حکومت میں بغداد، دمشق اور قاہرہ میں بڑے بڑے ہسپتال بنائے گئے، اس وقت اہل مغرب کی ناواقفیت کا یہ عالم تھا کہ وہ پاگلوں کو لوہے کی زنجیروں میں جکڑتے اور مارتے تھے، جب کہ اہل عرب اپنے ہسپتالوں میں ایسے مریضوں کا باقاعدہ علاج کرتے تھے۔ رفتہ رفتہ سینکڑوں طبی کتابیں بھی منظر عام پر آتی چلی گئیں، خلیفہ متوکل کے درباری طبیب علی الطبری یونان وہند کے ماخذوں کی مدد سے ۸۵۰ء میں ایک طبی رسالہ قلمبند کیا، اسی صدی میں ایک دوسرے مصنف احمد الطبری نے سب سے پہلی مرتبہ خارشی کیڑے کی تفصیل پیش کی، مسلمانوں کی بعض طبی تصنیفات کا لاطینی اور دیگر یورپی زبانوں میں ترجمہ ہوا، انہی کتابوں کی مدد سے یورپ نے طبی دنیا میں ترقی کے مراحل طے کئے، اس سلسلہ میں جوستاف لوبون کا کہنا ہے کہ ”عرب مؤلفین کی کتابیں یورپ کی یونیورسٹیوں میں پانچ سو سال تک مطالعہ و تحقیق کا واحد مرجع تھیں“[30]

علم ادویہ کے سلسلہ میں بھی مسلمان اطباء نے تحقیقاتی کارنامہ انجام دیا ہے، انہوں نے کافور، صندل، دار چینی، اور قرنفل وغیرہ جڑی بوٹیوں کے خواص اور تاثیر معلوم کئے اور انہیں اپنی قرابادین میں شامل کیا، انہوں نے سب سے پہلے دواسازی کی دکانیں اور گشتی بیمار خانے قائم کئے، قید خانوں کا روزانہ طبی معائنہ کرنا اور طبی امتحانات منعقد کرنے کے طریقے سب سے پہلے عربوں نے ہی رائج کئے، چوں کہ مسلمان اعلیٰ درجہ کے ملاح تھے، اس لئے جہاز رانی کے ذریعہ انہیں مختلف ممالک میں پہنچ کر نئی نئی جڑی بوٹیوں کے دریافت کا موقع ملا، چنانچہ انہوں نے طبی دنیا کو ایسی جڑی بوٹیوں سے متعارف کرایا جس سے یونان کے اطباء ناواقف تھے، مسلمان اطباء نے طبی دنیا کو "الکحل" سے روشناس کرایا، انہوں نے قدیم علم کیمیا کے نظریات پر تنقید کی، اس کے فرسودہ تصورات کو غلط قرار دیا اور جدید علم کیمیا کی بنیاد رکھی، جس کی ابتداء ابو اسحاق یعقوب الکندی نے کی اور جابر بن حیان نے علم کیمیا اور دواسازی کے فن کو بام عروج تک پہونچا دیا، اسی علم کیمیا کی مدد سے انہوں نے نئی نئی دوائیں تیار کیں اور نئے نئے مرکبات دریافت کئے، جابر نے داؤوں کو قلمانے کا طریقہ ایجاد کیا اور بہت سی دواؤوں کو قلما کر انہیں نہایت مؤثر اور مفید بنایا، انہوں نے بالوں کا کالا کرنے کے لئے خضاب تیار کیا جو آج تک استعمال کیا جاتا ہے۔[31]

مسلمان اطباء نے یونانی، ایرانی اور قدیم مصری طب سے استفادہ کے ساتھ ہندوستانی طب سے بھی استفادہ کیا، سنسکرت کی بے شمار کتابیں عربی زبان میں ترجمہ کی گئیں، خصوصاً مامون رشید کے دور میں ہندوستانی طب پر غور وخوض اور نقد وجرح کے بعد ہندوستانی طب کی مفید معلومات کو عربی طب میں شامل کیا گیا؛ چنانچہ زکریا رازی، بوعلی سینا، علی بن عباس، علی بن سہل الطبری کی کتابوں میں ہمیں بہت سی مفید ہندوستانی طبی معلومات ملتی ہیں۔ یہ تمام باتیں اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ مسلمانوں نے تبلیغ دین کے ساتھ ساتھ علم کے مختلف میدانوں میں فاتحانہ کردار ادا کیا ہے اور علم طب کے ارتقاء میں نمایاں کارنامہ انجام دیا ہے، انہوں نے خالص علمی اور تجرباتی مطالعہ اور تحقیق کے بدولت جدید طب اور اس سے متعلق تمام علوم پر گہری چھاپ چھوڑی ہے، بلاشبہ اس میدان میں انہیں ہادی اور رہبر کا مقام حاصل ہے، اس لئے یہ کہنا مبالغہ سے خالی ہے کہ مسلمانوں کے طبی کارنامے نہ ہوتے تو علم طب ترقی کی موجودہ منزل تک ہر گز نہ پہنچ پاتا۔ مسلمانوں کی کچھ سائنسی تصنیفات مغربی تعلیمی اداروں میں پوری پڑھائی گئیں جس نے یورپ میں سائنسی ترقی میں بڑا گہرا اثر ڈالا۔ ابن سینا کی "القانون"، ابن ہیثم کی "کتاب المناظر" اور الزہراوی کی "کتاب التصریف" بطور مثال قابل ذکر ہیں۔

یہی مناسب وقت ہے کہ مسلم سائنسدانوں کی خدمات اور انکے کارناموں کو سامنے لایا جائے تاکہ نئی نسل ان کے کارنامے جان سکے اور سائنس کے ان پیشواؤں کی خدمات سے مستفید ہوسکے۔ یہ کتنی بد قسمتی کی بات ہے آج مسلمان تعلیم پر بہت کم توجہ دے رہے ہیں، جبکہ دوسرے لوگ مسلم پیشرو سائنسدانوں کی خدمات اور کاموں سے مستفید ہو رہے ہیں۔ وقت کی یہ ضرورت ہے کہ اپنے بچوں کو اچھی تعلیم دی جائے اور انہیں اچھی صفات اور عمدہ معیار سے متصف کریں تبھی مسلمانوں کی گزشتہ شان دوبارہ لوٹ سکتی ہے۔ علاوہ ازیں ایک نئے تمدن کی تشکیل کے لئے اس پہلی وحی پر عمل کر سکتے ہیں جسے اللہ تبارک وتعالی نے اپنے آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ پر نازل کیا تھا۔ ارشاد خداوندی ہے: "اے محمد! اپنے پروردگار کا نام لے کر پڑھو جس نے عالم کو پیدا کیا، جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا، پڑھو اور تمہارا پروردگار بڑا کریم ہے، اس نے قلم کے ذریعہ سے علم سکھایا اور انسان کو وہ باتیں سکھائیں جن کا اس کو علم نہ تھا"۔[32]

یہ بات ملحوظ رکھنی چاہئے کہ اسلام ترقی اور فروغ کی راہ میں کبھی رکاوٹ نہیں رہا ہے۔ تاریخ دنیا کے دیگر مذاہب کی سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں اہم کردار ادا کرنے کی ایک بھی مثال نہیں پیش کر سکتی ہے جیسا کہ اسلام نے ادا کیا ہے۔ اسلام نے یورپ کو ایک نئی زندگی دی ہے۔ یورپی مصنفین نے بسا اوقات اس بات کا اعتراف بھی کیا ہے کہ یورپ نے ترقی کی راہ پر قدم بڑھانے سے قبل چھ سو سالوں تک مسلمانوں کی تحقیقات کو سیکھا اور اس سے استفادہ کیا ہے۔ مارکوئس کے الفاظ میں:- "یہ مسلمانوں کا ہی علم تھا، مسلمانوں کا ہی فن تھا اور مسلمانوں کا ہی ادب تھا کہ جس کا یورپ بڑی حد تک مقروض ہے قرون وسطی کی تاریکی سے نجات حاصل کرنے میں"۔ ڈاکٹر رابرٹ بریفالٹ نے بالکل صحیح بیان کیا ہے کہ یورپ میں سائنس کی نشو ونما تحقیق کے نئے جذبے، تفتیش کے نئے طریق کار، تجرباتی طریق کار، مشاہدہ، پیمائش، ریاضی کا فروغ ایک ایسی شکل میں جو یونانیوں کے لئے غیر معروف تھا کے نتیجے میں ہوئی۔ اور وہ جذبہ اور وہ طریق کار یورپی دنیا میں عربوں (مسلمانوں) کے ذریعہ متعارف ہوئی تھی۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ اسلام کی آمد سے پہلے علم کی بنیاد ارسطو کے استخراجی طریقے (Deductive Method) پر تھی۔ یہ واضح رہے کہ استخراجی طریقہ کسی نئے علم کا تصور پیش نہیں کرتا بلکہ یہ پرانی چیز کی تصدیق کا تصور پیش کرتا ہے۔ یہ انسان کو دوسرے پر بھروسہ کرنے والا بنا دیتا ہے۔ جبکہ اس کے برخلاف اسلام نے استقرائی طریقہ کا تصور پیش کیا ہے۔ یہ وہ طریقہ تصور ہے جو نئے علوم کا راستہ دکھاتا ہے اور نئی تحقیق وجستجو کی طرف گامزن کرتا ہے۔ یہ وہی نقطہ نظر اور طریقہ کار ہے جس سے سائنس کے سفر کا آغاز ہوتا ہے اور بعد میں یہی استقرائی طریقہ غیر معمولی علمی اور سائنسی ارتقاء کے لئے بہت زیادہ مدد ومعاون ثابت ہوا ہے۔

یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ مسلمان سائنسدانوں نے نہ کہ صرف سائنس کی حقیقی خدمت کی بلکہ ٹیکنالوجی کی بھی کی۔ دیگر الفاظ میں، انہوں نے اپنی سائنسی تحقیقات کا عملاً استعمال کیا۔ انہوں نے ستاروں کا مشاہدہ کیا، اور جہاز رانی کے لئے کوکبی نقشے بنائے۔ ابن یونس نے وقت پیمائی کے لئے پنڈولم کا استعمال کیا۔ ابن سینا نے ہوائی تپش، کاغذ، قطب نما، بندوق، بارود، مسلمان سائنسدانوں کی سائنسی اور تکنیکی ترقیوں کے غیر نامیاتی نظائر جس نے انسانی تمدن میں ایک بے نظیر انقلاب بپا کر دیا کا استعمال کیا۔[33] لیکن اس علم کی باقاعدہ تدوین یونانیوں کے ہاتھوں عمل میں آئی۔ یونانیوں کا خیال تھا کہ اسقلیپس (Exlepius) اس علم کا موجد تھا اس نے اپنی اولاد کو زبانی اس علم کی تعلیم دی اور وصیت کی کہ یہ علم اس خاندان سے باہر نہ جائے اقلیدس، افلاطون اور سولن جیسے عظماء کا تعلق اسی خاندان سے تھا مگر بقراط ایسا حکیم تھا جس نے علم طب پر اسقلیپس خاندان کی اجارہ داری کو چیلنج کیا اور اسے عام کیا۔[34]

یہ حقیقت ہے کہ علم طب کی داغ بیل یونانیوں نے ڈالی مگر اسے بام عروج تک مسلمانوں نے پہنچایا۔ ڈاکٹر ماکس میر ہوف (Meyerhof Dr. Max) رقمطراز ہیں: "صلیبی جنگوں میں مسلمان حکماء عیسائی حکیموں پر ہنستے تھے کیونکہ مسلمان حکماء عیسائی حکیموں کی معلومات کو بالکل ابتدائی اور پست سمجھتے تھے۔ عیسائیوں نے بوعلی سینا، جابر بن حیان، حسن بن ہیثم اور رازی

کی کتابوں کالاطینی میں ترجمہ کیا اگرچہ ان کے ترجمے کرنے والوں کے نام معلوم نہیں مگر ترجمے اب بھی موجود ہیں۔ سولہویں صدی میں ابن رشد اور بو علی سینا کی کتابوں کا لاطینی میں ترجمہ ہوا تھا اور یہ ترجمے اٹلی اور فرانس کی یونیورسٹیوں میں باقاعدہ پڑھائے جاتے تھے۔"

یہ وہ تحقیقات ہیں جن سے دنیائے طب میں مسلمانوں کے تابناک ماضی کا اندازہ ہوتا ہے جسے دیکھ کر ہر مسلمان کا سر فخر سے اونچا ہوتا ہے کہ ہمارے ہی بزرگ اطباء تھے جنھوں نے طب کو بام عروج پر پہونچایا۔ مگر آج بہت افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ جس علم کو ہمارے اطباء نے فروغ دیا آج ہم ہی اس علم کے انحطاط کا سبب بن رہے ہیں۔ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ ہمارے بزرگ جہاں تک تحقیقی کام چھوڑ کر گئے ہیں علم طب کو اس سے آگے بڑھایا جائے نئی نئی تحقیقات سے اس علم کے دامن کو بھر دیا جائے تاکہ علم طب مرور زمانہ کے ساتھ ترقی کی طرف گامزن رہے اور وہ امراض جنھیں لاعلاج محسوس کیا جاتا ہے اس کا علاج بزرگوں کی تخلیقات میں تلاش کیا جائے تاکہ علم طب میڈیکل سائنس کے ہمقدم ہو کر ارتقائی مراحل طے کرے۔ مگر ایسا ہو نہیں رہا ہے۔ دنیائے طب میں ایک سناٹا ہے علم سے نابلد افراد نے اطباء کی جگہ لے لی جو ایک نسخہ نہیں لکھ سکتے وہ "حکیم حاذق" بنے ہوئے ہیں۔ اس مقدس علم کا استعمال پیشے کے طور پر کیا جا رہا ہے، پروپیگنڈہ اس کی ترویج کا ذریعہ بن رہا ہے۔ جھوٹے اور بے بنیاد وعدہ کرکے اس علم کے اعتبار کو کم کیا جا رہا ہے۔ روحانیت اور معنویت جو اس علم کی بنیاد تھی اس کی جگہ شہرت و ناموری نے لے لی ہے عہد قدیم میں یہ علم روحانیت کے ذریعہ پہچانا جاتا تھا اور طبیب کا احترام بھی اس کی روحانیت کے اعتبار سے کیا جاتا تھا۔ مگر یہ زمانے کی ستم ظریفی ہے کہ آج طبیب کا احترام اس کی شہرت اور ناموری کی بنیاد پر ہو رہا ہے جس کی جتنی زیادہ شہرت اتنا بڑا حکیم۔ اس سے بحث نہیں کہ ان کا مبلغ علمی کیا ہے روحانیت اور عبادت میں کس درجہ پر فائز ہے۔

نتیجہ بحث

- یونانیوں نے فن طب کی بنیاد رکھی اور اسے ترقی دی جبکہ مسلمانوں نے اپنے دور میں اسے اوج کمال پر پہنچا دیا اور اپنے کارناموں کے ذریعے ساری دنیا میں ایک مہتم بالشان انقلاب پیدا کر دیا۔
- مسلمان خلفاء نے سب سے پہلے اپنی رعایا میں سے ہر اندھے، مفلوج اور معذوروں کی باقاعدہ فہرستیں بنائیں اور ان میں سے ہر ایک کے وظیفے مقرر کیے گئے۔
- معذوروں کی خدمت گزاری کے لیے ایک خادم کا بھی تعین کیا گیا جذامیوں کے لیے سلطنت کی جانب سے روزینے مقرر تھے اور حکم تھا کہ یہ لوگ اپنے گھروں سے باہر نہ نکلنے پائیں ان سارے امور رفاہیہ کے ساتھ ساتھ ولید بن عبدالملک کے دور میں ایک شفاخانے (Hospital) کا بھی افتتاح عمل میں آیا۔ ولید نے اس دارالشفا کا سنگ بنیاد 88ھ میں نفس نفیس اپنے ہاتھوں سے رکھا۔ جو دنیا کا سب سے پہلا ہسپتال سمجھا جاتا ہے اس میں بہت سے طبیب و جراح مقرر کیے گئے۔
- مسلمان اطباء نے یونانیوں کے علم کو باقاعدہ مدون کیا، ان کی اغلاط کو دور کیا اور ان کی کتابوں سے انتخاب کر کے ان میں اپنی تحقیقات کا اضافہ کر کے نئی کتابیں لکھیں جس کی بدولت طب کو نئی بلندیوں تک پہنچایا۔

CC BY

حواشی و حوالہ جات

[1] ۔ أبو نعيم، أحمد بن عبد الله بن أحمد بن إسحاق بن موسى بن مهران الأصبهاني، م430ھ، حلية الأولياء وطبقات الأصفياء، مصر: السعادة- بجوار محافظة، 1394ھ / 1974ء، ج9ص 142

[2] ۔ مظہر معین الدین رہبر فاروقی، منشی فاضل، اسلامی طب، (حیدر آباد دکن: چکن اعظم اسٹیم پریس، 1356ھ) ص1-4

[3] ۔ حفیظ الرحمن، صدیقی، ڈاکٹر، دنیائے اسلام میں سائنس وطب کا عروج، (لاہور: نشریات اردو بازار، 2007ء) ص109

[4] . Robert Briffault, The Making of Humanity, (London: George Allen & Unwin Ltd. Ruskin House 40 Museum Street W.C. 1919) p. 188

[5] . Robert Briffault, The Making of Humanity, p.190

[6] ۔ عشرت اللہ خان، ڈاکٹر، عہد مامون کی طبی و فلسفیانہ کتب کے تراجم ایک تحقیقی مطالعہ، (نئی دہلی: ترقی اردو بیورو، 1994ء، ص20 بحوالہ ابن صاعو الاندلسی، طبقات الامم، طبع اعظم گڑھ، 1928ء) ص 81

[7] ۔ أبو نعيم، الأصبهاني، م 430 ھ، الطب النبوي، (بيروت: دار ابن حزم، 2006 ء،)ج2ص646

[8] ۔ ابن الأثير، أسد الغابة في معرفة الصحابة، ج1ص633

[9] ۔ أبو نعيم، الطب النبوي، ج2ص646

[10] ۔ ابن الأثير، أبو الحسن علي بن أبي الكرم محمد بن محمد بن عبد الكريم بن عبد الواحد الشيباني الجزري، عز الدين، م630ھ، أسد الغابة في معرفة الصحابة، بيروت: دار الكتب العلمية، 1415ھ / 1994 ء، ج1ص 596

[11] ۔ البغوي، أبو محمد الحسين بن مسعود، م516ھ، شرح السنة (بيروت: المكتب الإسلامي، 1403ھ / 1983ء) بَابُ الْحُرِّ يُقْتَلُ بِالْعَبْدِ، ج10ص 181، حديث2534

[12] ۔ نگرامی، حکیم سید محمد حسان، تاریخ طب، (نئی دہلی: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، 2009ء) ص158

[13] ۔ ابن أبي أصيبعة، أبو العباس أحمد بن القاسم بن خليفة بن يونس الخزرجي موفق الدين، م668ھ، عيون الأنباء في طبقات الأطباء، بيروت: دار مكتبة الحياة، س۔ن، ص170

[14] ۔ عشرت اللہ خان، ڈاکٹر، عہد مامون کی طبی و فلسفیانہ کتب کے تراجم ایک تحقیقی مطالعہ، ص20

[15] ۔ ابن أبي أصيبعة، أبو العباس أحمد بن القاسم بن خليفة بن يونس الخزرجي موفق الدين، م668ھ، عيون الأنباء في طبقات الأطباء، بيروت: دار مكتبة الحياة، س۔ن، ص167

[16] ۔ عشرت اللہ خان، ڈاکٹر، عہد مامون کی طبی و فلسفیانہ کتب کے تراجم ایک تحقیقی مطالعہ، ص20

[17] ۔ محمد رضوان علوی، علوم فنون عہد عباسی میں، ص108، علوم العربیہ ، ص 302

[18] ۔ أحمد عيسى بک، تاريخ البيمارستانات في الإسلام، (بيروت: دار الرائد العربي، 1401 ھ / 1981ء) ص10

[19] ۔ ابن أبي أصيبعة، أبو العباس أحمد بن القاسم بن خليفة بن يونس الخزرجي موفق الدين، م668ھ، عيون الأنباء في طبقات الأطباء، بيروت: دار مكتبة الحياة، س۔ن، ص 160

[20] ۔ ابن أبي أصيبعة، عيون الأنباء في طبقات الأطباء، ص165

[21] ۔ ابن أبي أصيبعة، عيون الأنباء في طبقات الأطباء، ص175

[22] ۔ ابن أبي أصيبعة، عيون الأنباء في طبقات الأطباء، ص176

[23] ۔ ابن أبي أصيبعة، عيون الأنباء في طبقات الأطباء، ص177

[24] ۔ كحالة، عمر رضا، معجم المؤلفين (بيروت: دار إحياء التراث العربي، س۔ن) ج3ص105

[25] ۔ ابن خلكان، أبو العباس شمس الدين أحمد بن محمد بن إبراهيم بن أبي بكر البرمكي الإربلي، م681ھ، وفيات الأعيان وأنباء أبناء الزمان (الناشر: دار صادر- بيروت ،1900ء) ج1ص327

[26] ۔ الزركلي، خير الدين بن محمود بن محمد بن علي بن فارس، الدمشقي، م1396ھ، الأعلام (بيروت: دار العلم للملايين، 2002 ء) ج2ص103-104

[27] ۔ ابن أبي أصيبعة، عيون الأنباء في طبقات الأطباء، ص181

[28] ۔ ابن أبي أصيبعة، عيون الأنباء في طبقات الأطباء، ص239

[29] ۔ ابن أبي أصيبعة، عيون الأنباء في طبقات الأطباء، ص229

[30] ۔ پروفیسر عبد العلیم، عربوں کے علمی کارنامے ، ص 72

[31] ۔ رفیق انجم، ابراہیم عمادی، سو عظیم مسلم سائنسداں، ص 163

[32] ۔ القرآن، سورۃ العلق، 96: 1-5

[33] https://www.urdu.awazthevoice.in/opinion-news/services-of-muslims-in-the-field-of-science-876.html

[34] . Classification of Sciences in Islamic Thought Between Imitation and Originality, p. 8-9